ڈاکٹر تحسین فراقی
پروفیسر اُردو و پاکستان شناسی، تہران یونیورسٹی

مکاتیبِ حسرت موہانی بنام عبدالماجد دریابادی

مولانا عبدالماجد دریابادی (۱۸۹۲ء-۱۹۷۷ء) پر اپنے ایک تحقیقی مقالے کی تکمیل کے لیے خاکسار ۱۹۸۳ء میں ہندوستان گیا تھا، وہاں کے علمی مراکز سے بڑا قیمتی لوازمہ ملا۔ اسی میں مشاہیر کے بعض خطوط بھی شامل تھے جو مولانا دریابادی کے نام لکھے گئے تھے، انھی میں مولانا حسرت موہانی (۱۸۷۵ء-۱۹۵۱ء) کے آٹھ خط ان کے اپنے سوادِ تحریر میں بھی ملے جو مولانا دریابادی کے نام تھے، قریباً بائیس برس بعد ان آٹھ خطوط کو پہلی بار شایع کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔

یہاں یہ بتانا شاید بے محل نہ ہوگا کہ ابھی تک مولانا حسرت موہانی کے خطوط کا کوئی مجموعہ شایع نہ ہوسکا۔ ہاں مدت ہوئی ''نقوش'' کے مکاتیب نمبر جلد دوم میں حسرت کے گیارہ خطوط شائع ہوئے تھے جن میں سے دس ان کی پہلی بیگم محترمہ نشاط النساء کے نام تھے۔ یہ خطوط حسرت کی زندگی کے بعض اہم پہلوؤں خصوصاً اُن کے زمانۂ اسیری کے لیل ونہار کی نہایت عمدہ اور زندہ تصویر کشی کرتے ہیں۔ ''نقوش'' کے خطوط نمبر کی دوسری جلد میں بھی حسرت کے سات خط شایع ہوئے۔ (انتیس (۲۹) خط جو بیگم حسرت کے تھے، وہ بھی اسی جلد میں شامل ہیں)۔ یہ خط بھی حسرت کے ایامِ اسیری کی نہایت اہم جزئیات مہیا کرتے ہیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ حسرت موہانی کے مکاتیب کی جستجو کرکے انھیں مجموعے کی صورت میں شایع کیا جائے تاکہ جنگِ آزادی کے اس بطلِ جلیل اور اُردو کے اس طرحدار شاعر کی زندگی کے زیادہ سے زیادہ گوشے اُجاگر ہوسکیں۔

زیرِ نظر خطوط میں پہلا خط ۱۳؍ دسمبر ۱۹۲۵ء کا ہے اور آخری ۷؍ فروری ۱۹۳۷ء کا ہے۔ یہ خطوط حسرت موہانی کی سیاسی زندگی کی ہماہمی اور رنگارنگی، صوفیائے کرام اور ان کے مزاروں سے حسرت کے غیر معمولی لگاؤ اور بیگم حسرت (نشاط النساء) کے آخری شدید علالت کی بڑی مفصّل اور مؤثر تصویر کشی کرتے ہیں۔ حسرت کے سوانح نگاروں کے لیے یہ مکاتیب بڑا قیمتی سرمایہ لوازمہ ہیں۔

جہاں تک مولانا حسرت موہانی اور مولانا دریابادی کے باہمی روابط کا تعلق ہے، یہ معلوم ہے کہ مولانا دریابادی، حسرت کی عملی سیاست سے وابستہ نہ ہونے کے باوجود حسرت کی جدوجہدِ آزادی اور ان کے شعری اسلوب و آہنگ کے معترف تھے۔ عبدالماجد کی کتاب ''معاصرین'' میں مولانا حسرت موہانی کی شخصیّہ بھی شامل ہے جس سے حسرت کی شدید استعمار دشمنی، ضعیف الاعتقادی، درگاہی تصوف سے ان کی قلبی وابستگی، سادگی وقناعت، متعدد بار جیل یاترا وغیرہ کے دلچسپ احوال ملتے ہیں۔ حسرت فرنگی محل میں قادری رزاقی سلسلے میں مرید تھے۔ شیخ احمد عبدالحق ردولوی سے بھی غیر معمولی عقیدت تھی۔

مولانا حسرت موہانی کا تعلق بھی اسی صوبے سے تھا جس سے مولانا دریابادی کا۔ دونوں میں زیادہ قربت اس وقت ہوئی جب مولانا دریابادی دسمبر ۱۹۲۵ء میں اودھ کی صوبہ خلافت کمیٹی کے صدر منتخب کیے گئے۔ فروری ۱۹۲۷ء میں لکھنؤ میں جو خلافت کانفرنس منعقد ہوئی، اس کی مجلسِ استقبالیہ کے صدر مولانا دریابادی تھے۔ تاہم یہ بات پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ خلافت تحریک کا زور اب نہایت کم ہو چلا تھا، لہٰذا اس قبیل کے اجلاس کوئی نتیجہ خیز قوت نہ بن سکے۔

حسرت ہمارے ان ممتاز لکھنے والوں میں تھے جن کی شخصیت کے بعض تناقضات حیرت میں ڈالتے ہیں۔ اپنی زندگی میں پورے تیرہ حج کیے، خلافتِ تحریک سے گہری وابستگی رکھتے تھے مگر ساتھ ہی ساتھ ''غلبۂ آئینِ سودیت'' کی اُمید لگائے ہوئے اور کمیونسٹ کانفرنس کے مہتمم اور منادبھی تھے۔ ساری زندگی تقویٰ وطہارت میں گزاری۔ سادگی، بےنفسی، اخلاص، بےخوفی، استقامت اور پامردی کی جیتی جاگتی تفسیر تھے۔ برصغیر کی آزادیِ کامل کے لیے برابر

کوشاں رہے۔ کئی مرتبہ قید و بند کی صعوبت برداشت کی مگر برطانوی سامراج کے سامنے سپر انداز نہ ہوئے۔ تیسری اور آخری مرتبہ ۱۹۲۲ء میں جیل گئے۔ ان کا یہ شعر ان کی صداقت اور استقامت کی گواہی دیتا ہے:

ہم قول کے صادق ہیں اگر جان بھی جاتی
واللہ کبھی خدمتِ انگریز نہ کرتے!

آج جب کہ سیاست بازیچۂ اطفال بن گئی ہے، جنگِ آزادی میں حسرت کی بے لوث خدمات، ان کا خلوص و ایثار اور بھارت کی سیاست میں ان کا اُجلا کردار ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

اگلے اوراق میں مولانا حسرت موہانی کے خطوط مع حواشی قارئین کی نذر کیے جارہے ہیں۔

مکاتیبِ حسرت کا بازنوشت متن

مع حواشی

مکتوب نمبرا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کانپور، مورخہ ۱۳ر دسمبر ۲۵ء (۱۹)

مکرمی، تسلیم! کارڈ ملا۔ یادفرمائی کا شکریہ۔ خلافت کیمپ (۱) میں ایک حصہ زنانہ کیمپ کے نام سے بن رہا ہے جس میں بیگم محمد علی (۲) وغیرہا کا قیام ہوگا۔ بیگم ماجد (۳) بھی وہیں ٹھہر سکتی ہیں۔ خلافت کیمپ کے علاوہ میں نے کمیونسٹ کانفرنس (۴) کے لیے ایک علیحدہ کیمپ بھی بنوایا ہے۔ اس کیمپ میں بیگم حسرت موہانی (۵) مع خاندان ٹھہریں گی۔

اگر [؟] وہاں ٹھہرنے میں کچھ مضائقہ نہ ہوتو آپ کے اور بیگم ماجد کے لیے ایک خیمہ علیحدہ بیگم حسرت کے خیمے کے برابر مل سکتا ہے۔ ان دونوں جگھوں میں سے [؟] جہاں قیام مناسب معلوم ہو، اس سے مطلع فرمائیں۔

فقط

فقیر حسرت موہانی

مکتوب نمبر۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کانپور، مورخہ یکم مارچ ۳۲ء

مکرمی، السلام علیکم!

سفرِ حجاز کے متعلق آپ کے مضامین ''سچ''[٦] میں نظر سے گزرے تھے مگر اُس وقت اُن کے مطالعے میں تسلسل کا عنصر موجود نہ تھا۔

اب پرسوں محبّی ظفر الملک[٧] صاحب [سے] لے کر ان کو ایک بار پھر کتابی شکل میں دیکھا، تو آنکھوں کو کچھ اور ہی عالم نظر آیا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ فی الدارین۔ کئی بار آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوئیں فالحمدللہ علیٰ ذالک۔ مولانا سلیمان اشرف صاحب[٨] کی کتاب الحج اور مولوی خیر اللہ کا رسالہ خیر المناسک اگر آپ کے پاس موجود ہو تو عاریتاً مرحمت فرمائیں۔ شاید مجھ کو بھی ان کی ضرورت ہو اور اسی سال ہو۔

فقط

فقیر حسرت موہانی

مکتوب نمبر۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کانپور، ۷ر[٩] مارچ ۳۲ء

مخدومی، السلام علیکم!

نوازش نامہ پہنچا، الحمدللہ کہ اب میرا قصہ مصمم ہوگیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۳۰ر مارچ کو جہاز رحمانی پر بمبئی سے روانہ ہو جاؤں گا۔

حاجی نور محمد احمد صاحب[١٠] نے ٹکٹ اور سامانِ سفر کی خریداری کا ذمہ لے لیا ہے۔ ۱

میں سب روپے انہیں کو [بھیج ؟] دُوں گا۔

فقط

فقیر حسرت موہانی

مکتوب نمبر ۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کانپور، ۱۴؍ مارچ ۳۲ء

مخدومی، السلام علیکم!

مرسلہ کتابیں پہنچیں۔ مکّہ معظمہ میں مولانا شفیع ہمدم صاحب اور مدینہ منورہ میں مولانا حسین احمد صاحب [۱۱] کے برادرِ معظّم کی خدمت میں ضرور حاضر ہوں گا۔

مولانا شفیع ہمدم صاحب کی خدمت میں حاضری کی تو ایک تقریب بھی پیدا ہوگئی ہے، وہ یہ کہ ہمارے شہر کے قاضی مولانا عبدالرزّاق صاحب مولانائے موصوف کو کچھ کپڑے میرے ذریعے سے روانہ کررہے ہیں۔ مولانا عبدالرزّاق، مولانا شفیع ہمدم کے عزیزِ قریب ہیں۔ دُعا کے موقعوں پر انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور یاد رکھوں گا۔

فقط

فقیر حسرت موہانی

مکتوب نمبر ۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کانپور، مورخہ ۵؍ ستمبر ۳۲ء

مکرمی، السلام علیکم!

کارڈ آپ کا ملا تھا، مگر میں بمبئی، مدراس، حیدرآباد وغیرہ مقاماتِ دُور دراز کے دورے میں مصروف تھا۔ اس لیے جواب میں دیر ہوئی۔ معاف فرمائیے گا۔ آپ کیلیے خصوصیت کے ساتھ میزابِ رحمت کے نیچے فلاحِ دین و دُنیا کی دُعا کردی گئی۔ [۱۲] اطلاعاً

عرض کیا۔ کتابیں آپ کی موجود ہیں۔ ردولی شریف [۱۳] میں بزمانۂ عرس [۱۴] حاضر ہوں گا۔ وہیں آپ کو واپس کر دوں گا۔

اگر اس سے قبل ہی واپسی ضروری ہو تو تحریر فرمایئے۔ بذریعہ ڈاک روانہ کر دی جائیں گی۔

فقط

فقیر حسرت موہانی

مکتوب نمبر ۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کانپور، مورخہ ۲۵/جنوری ۳۲ء

مکرمی، السلام علیکم!

حافظ ہدایت حسین صاحب ابھی تک واپس نہیں آئے۔ ثقلِ سماعت کا علاج کرنے کی غرض سے ٹھہر گئے ہیں۔

اس سال میرا پھر ارادہ ہے کہ بیگم حسرت کو ہمراہ لے کر حج کو جاؤں۔ [۱۵] دُعائے خیر کا طالب ہوں۔

فقط

فقیر حسرت موہانی

مکتوب نمبر ۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کانپور، مورخہ ۲۶/جنوری ۳۳ء

مکرمی، تسلیم!

کل ایک کارڈ لکھ چکا ہوں جس میں یہ لکھا تھا کہ ہدایت حسین صاحب ابھی نہیں آئے۔ حُسنِ اتفاق کہ اس کے بعد [؟] ہی آج معلوم ہوا کہ حافظ صاحب بغیر اطلاع

دفعتاً واپس آ گئے۔ سب کو تعجب ہے۔ بہر حال یہ کارڈ بغرضِ اطلاع روانہ کرتا ہوں کہ حافظ واپس آ گئے اور کانپور میں موجود ہیں۔

فقط

فقیر حسرت موہانی

مکتوب نمبر ۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کانپور، مورخہ ۷رفروری ۳۳ء

مخدومی، السلام علیکم!

کارڈ آپ کا ملا۔ یاد فرمائی کا شکریہ! بیگم حسرت کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہو گئی ہے۔ ان کی ریڑھ کی ہڈی میں خرابی پیدا ہو گئی ہے جس کو ڈاکٹر اسپائنل کیریز (Spinal Caries) کہتے اور لاعلاج بتاتے ہیں۔ دونوں ٹانگیں کمر تک مفلوج ہو گئی ہیں اور پلنگ پر لیٹے لیٹے پُشت کے آخر حصے میں زخم[؟](Bed Sore) بھی ہو گیا ہے۔

ڈاکٹری علاج سے مایوس ہو کر ہومیو پیتھک علاج شروع کیا ہے۔ خدا کرے کہ یہی کارگر ثابت ہو۔ چار سال سے بیگم حسرت بھی میرے ساتھ حج کو جاتی تھیں۔ اس سال ان کی علالت کے باعث میں بھی نہ جا سکوں گا۔ (۱۶) اُن کو اِس کا بہت افسوس ہے۔ ہر وقت عالمِ خیال میں وہ مکّے یا مدینے ہی میں موجود رہتی ہیں۔ نماز اشارے سے ادا کرتی ہیں مگر قضا نہیں ہونے پاتی۔ یہی حال اوراد و وظائف کا ہے۔

فقط

طالبِ دُعا

فقیر حسرت موہانی

حواشی:

(۱) حسرت خلافت تحریک کے آغاز (۲۲رنومبر ۱۹۱۹ء) ہی سے اس تحریک کے فعّال رکن تھے۔ برطانوی حکومت سے عدم تعاون کا اوّلین نعرہ حسرت ہی نے لگایا تھا۔ زیرِ نظر مکتوب میں خلافت

کیمپ کا ذکر دراصل آل انڈیا خلافت کانفرنس کے ضمن میں آیا ہے جو کانپور میں ۱۹۲۵ء ہی میں منعقد ہوئی۔ حسرت اس کی استقبالیہ کمیٹی کے صدر تھے۔

(۲) مراد محترمہ امجدی بانو (۱۸۸۵ء-۱۹۴۷ء) سے ہے۔ ان کی شادی محمد علی جوہر سے ۵/فروری ۱۹۰۲ء کو ہوئی۔ امجدی بانو تحریکِ خلافت کی سرگرم کارکن تھیں۔ آل انڈیا ویمن خلافت کانفرنس کی سیکرٹری بھی رہیں۔ علاوہ ازیں آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل کی رکن تھیں۔

(۳) اصل نام عفت النساء بیگم تھا۔ مولانا ماجد سے ان کی شادی ۱۹۱۶ء میں ہوئی۔ ۲/جنوری ۱۹۶۹ء کو وفات ہوئی۔

(۴) ۱۹۲۵ء کی پہلی کُل ہند کمیونسٹ کانفرنس کی طرف اشارہ ہے جو کانپور میں منعقد ہوئی۔ حسرت اس کانفرنس کی مجلسِ استقبالیہ کے صدر تھے۔ حسرت کا موقف یہ تھا کہ سرمایہ داری اور شخصی جائیداد سے بڑی خرابیاں پھیلتی ہیں۔ ان کے نزدیک زمین بھی ہوا اور پانی کی طرح قدرت کا عطیہ ہے۔

(۵) اشارہ حسرت کی پہلی بیوی محترمہ نشاط النساء بیگم کی طرف ہے جنھوں نے حسرت کی سیاسی اور ادبی زندگی کو نہایت درجہ متاثر کیا۔ محترمہ کا تعلق وہاں کے سادات خاندان سے تھا۔ حسرت سے شادی ۱۹۰۱ء میں ہوئی۔ حسرت کی سیاسی زندگی میں اُن کے دوش بدوش متحرک رہیں۔ صحیح معنوں میں اُن کی دستِ راست تھیں۔ ۱۸/اپریل ۱۹۳۷ء کو وفات پائی۔ نشاط النساء بیگم سے حسرت کی ایک بیٹی پیدا ہوئیں جن کا نام نعیمہ رکھا گیا۔ ''مع خاندان'' سے انھی نعیمہ بیگم کی طرف اشارہ ہے۔ تفصیل کے لیے ر-ک: ''حسرت موہانی — حیات اور کارنامے'' (ڈاکٹر احمد لاری)، ص ۱۲۷-۱۴۲ نیز دیکھیے خالد حسن قادری کی انگریزی تالیف ''Hasrat Mohani'' میں ضمیمہ vi کے زیرِ عنوان شذرہ '*Hasrat's First Wife*'، ص ۳۷۷-۳۷۹۔ نشاط النساء کی وفات کے دو سال بعد ۱۹۳۹ء میں حسرت نے اُمِ حبیبہ سے عقدِ ثانی کیا۔

(۶) مولانا دریابادی کو حج حرمین کی سعادت ۱۹۲۹ء میں نصیب ہوئی۔ اولاً حج کے مشاہدات و تأثرات ''سچ'' میں جگہ پاتے رہے جس کے ایڈیٹر خود مولانا دریابادی تھے۔ بعد ازاں یہ تأثرات ''سفرِ حجاز'' کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوئے۔ مولانا ماجد کا یہ سفرنامۂ حج اپنے اسلوب، تاثیر اور والہانہ شیفتگی کے اعتبار سے اُردو کے ممتاز ترین سفرنامہ ہائے حج میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے خاکسار کی تالیف ''عبدالماجد دریابادی — احوال وآثار''، ص ۴۳۷-۴۴۳۔

(۷) ظفر الملک علوی کاکوروی: ممتاز صحافی اور ''الناظر'' کے ایڈیٹر، مولانا دریابادی کے محسنوں میں تھے۔

(۸) مولانا سلیمان اشرف (۱۸۷۸ء-۱۹۳۹ء) مسلم یونیورسٹی کے شعبہ دینیات کے صدر تھے۔ ممتاز عالم

دین، صوبہ بہار سے تعلق تھا۔ شخصیت میں جامعیت اور تنوع تھا۔ علم وفضل اور نکتہ طرازی میں اپنی مثال آپ تھے۔ بے نظیر مقرر تھے اور خوددار اور اصول پرست تھے۔ ''کتاب الحج'' کے علاوہ ان کی دیگر تصانیف میں ''المبین''، ''النور'' اور امیر خسرو کی ''ہشت بہشت'' کی تدوین شامل ہیں۔

(۹) خط کی تاریخ ۷رٹھیک سے پڑھی نہیں جاتی مگر کانپور کے ڈاکخانے کی مہر ۷رمارچ کی ہے اور دریاباد کے ڈاکخانے کی مہر آٹھ مارچ کی ہے۔ لہٰذا یہ طے ہوا کہ یہ خط ۷رمارچ کو لکھا گیا ہوگا۔

(۱۰) مولانا حسرت موہانی کے مخلص دوست ''نقوش'' کے خطوط نمبر جلد اول میں ان کے نام مولانا کا ایک خط ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۷۵۔

(۱۱) مولانا سیّد حسین احمد مدنی ؒ (۱۸۷۹ء-۱۹۵۷ء) برصغیر ہند و پاک کی تحریکِ آزادی کے بطلِ جلیل، اسیرِ مالٹا، دارالعلوم دیوبند کے استادِ شہیر، بڑے متقی اور پرہیزگار عالم ومحدث، تقسیمِ ہند کے بعد مسلمانانِ ہند کا قابلِ اعتماد سہارا تھے۔

(۱۲) اشارہ اپنے حج کی طرف ہے جو اسی سال مئی ۱۹۳۲ء میں کیا تھا۔ یہ حسرت کا پہلا حج تھا۔

(۱۳) لکھنؤ سے نوے (۹۰) کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ مقام سلسلۂ چشتیہ کے ممتاز بزرگ شیخ احمد عبدالحق ردولوی (م: ۱۴۳۴ء) کی وجہ سے مشہور ومعروف ہے۔ حسرت کو بڑے بڑے صوفیہ سے بے حد عقیدت تھی۔ شیخ احمد عبدالحق ردولوی سے بھی غیر معمولی محبت تھی۔ ایک موقعے پر جیل سے قبل از وقت رہائی کو بھی اُنھوں نے شیخ احمد عبدالحق کے تصرفات کا نتیجہ قرار دیا تھا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے خالد حسن قادری کی ''Hasrat Mohani''، ص ۱۴۹-۱۵۰۔

(۱۴) یہ عرس ہر سال جمادی الثانی کے وسط میں ہوتا ہے۔

(۱۵) حسرت اس سال بھی حج کو گئے اور اس کے بعد بالالتزام ۱۹۳۶ء تک اپنی بیگم اور اپنے نواسے محمد رضوان کے ساتھ حجِ بیت اللہ کا شرف حاصل کرتے رہے۔

(۱۶) ۱۹۳۷ء میں حسرت اپنی اہلیہ کی شدید علالت کے باعث حج کو نہ جا سکے۔ بیگم حسرت موہانی اسی سال ۱۸راپریل ۱۹۳۷ء کو انتقال کر گئیں۔ بعد ازاں حسرت نے عمرے کا شرف حاصل کیا۔ حسرت موہانی نے کل تیرہ حج کیے۔ آخری حج وفات سے ایک برس پہلے ۱۹۵۰ء میں کیا۔